

خطبہ (۵)

جب رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے رحلت فرمائی تو عباس اور ابوسفیان ابن حربؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ ہم آپؐ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں جس پر حضرتؐ نے فرمایا

اے لوگو! فتنہ و فساد کی موجوں کونجات کی کشتوں سے چیر کر اپنے کو نکال لے جاؤ، تفریقہ و انتشار کی راہوں سے اپنارخ موڑ لو، فخر و مبارکت کے تاج اتنا رڈا لو، صحیح طریقہ عمل اختیار کرنے میں کامیاب وہ ہے جو اٹھے تو پروبال کے ساتھ اٹھے اور نہیں تو (اقتدار کی کرسی) دوسروں کیلئے چھوڑ بیٹھے اور اس طرح خلق خدا کو بدامنی سے راحت میں رکھے۔

یہ (اس وقت طلبِ خلافت کیلئے کھڑا ہونا) ایک گندلا پانی اور ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلوگیر ہو کر رہے گا۔ چھلوں کوان کے پکنے سے پہلے چنے والا ایسا ہے جیسے دوسروں کی زمین میں کاشت کرنے والا۔

اگر بولتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیوی سلطنت پر مٹے ہوئے ہیں اور چپ رہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے۔ افسوس! اب یہ بات جب کہ میں ہر طرح کے تشیب و فراز دیکھے بیٹھا ہوں۔ خدا کی قسم! ابوطالبؓ کا بیٹا موت سے اتنا منوس ہے کہ بچپن اپنی ماں کی چھاتی سے اتنا منوس نہیں ہوتا۔ البتہ ایک علم پوشیدہ میرے سینے کی تھوڑی میں لپٹا ہوا ہے کہ اسے ظاہر کر دوں تو تم اسی طرح بیچ و تاب کھانے لگو جس طرح گھرے کنوں میں رسیاں لرزتی اور تھر تھراتی ہیں۔

--☆☆--

(۵) وَمِنْ حُكْمِهِ لَهُ عَلَيْهِ الْمَلَامُ

لَمَّا فَيْضَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ خَاطَبَهُ الْعَبَّاسُ وَ أَبْوَ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فِي أَنْ يُبَايِعَا لَهُ بِالْفُلَاقَةِ:

أَيُّهَا النَّاسُ! شُقُّوا أَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُسْفِنِ النَّجَاجِةِ، وَ عَرِّجُوا عَنْ طَرِيقِ الْمُنَافَرَةِ، وَ ضَعُوا عَنْ تِيجَانِ الْمُفَاخَرَةِ. أَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ بِجَنَاحٍ، أَوْ اسْتَسْلَمَ فَأَرَاهُ، هَذَا مَاءُ أَجْنُ، وَ لُقْمَةٌ يَغْصُ بِهَا إِكْهَا، وَ مُجْتَنِي الشَّمَرَةِ لِغَيْرِ وَقْتٍ إِيْنَا عِهَادًا كَالْزَارِعِ بِغَيْرِ أَرْضِهِ.

فَإِنْ أَقْلَنْ يَقُولُوا: حَرَصَ عَلَى الْمُلْكِ، وَ إِنْ أَسْكَنْ يَقُولُوا: جَرَعَ مِنَ الْمَوْتِ! هَيْهَا بَعْدَ اللَّتَيَا وَ الْقَيْ! وَ اللَّهُ! لَا بُنْ أَبِي طَالِبٍ أَنْسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ بِشَدِيْ أُمِّهِ، بَلِ ائْدَمَجْتُ عَلَى مَكْنُونِ عِلْمٍ لَوْ بُحْثُ بِهِ لَا صَطَرْ بُتُّمْ اصْطِرَابُ الْأَرْشِيَّةِ فِي الطَّوِيِّ الْبَعِيْدَةِ.

-----☆☆-----

ط جب پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات ہوئی ہے تو ابوسفیان مدینہ میں موجود تھا۔ واپس آرہا تھا کہ راستہ میں اس المناک حادثہ کی اطلاعی ملی۔ فرما پوچھنے لا کہ مسلمانوں کی امارت و قیادت کس کو ملی ہے۔ اسے بتایا گیا کہ لوگوں نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ یہ کر عرب کامانا ہوا فتنہ پرداز سوچ میں پڑ گیا اور آخر ایک تجویز لے کر عباس ابن عبدالمطلب کے پاس آیا اور کہا کہ: دیکھو ان لوگوں نے دھاندلی مچا کر خلافت ایک تیجی کے حوالے کر دی اور بنی ہاشم کو ہمیشہ کیلئے اس سے غرور کر دیا اور یہ اپنے بعد بنی عدی کے ایک درشت خود تدمراج کو ہمارے سروں پر

سلط کر جائے گا۔ چوعلیٰ ابن ابی طالب علیہ السلام سے کہیں کہ وہ گھر کا گوشہ چھوڑ میں اور اپنا حق لینے کیلئے میدان میں اتر آئیں۔ چنانچہ وہ عباس کو ہمراہ لے کر حضرت کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائیں، میں آپ کی بیعت کرتا ہوں اور اگر کوئی خلافت کیلئے اٹھا تو میں مدینہ کے گلی کو چوول کوساروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کیلئے یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا۔ وہ اپنے کو پیغمبر ﷺ کا صحیح وارث و جانشین سمجھتے تھے اور ابوسفیان ایسا جھتے قبیلے والا امداد کیلئے آمادہ گھردا تھا۔ صرف ایک اشارہ کافی تھا کہ جنگ کے شعلے بھڑکنے لگئے، مگر امیر المؤمنین علیہ السلام کے تدریرواصابت رائے نے مسلمانوں کو فتنہ سے بچالا اور آپ کی دور رُس نظرؤں نے بھاپ لیا کہ یہ قبائلی تصب اور نسلی امتیاز کو اچھا کر آپس میں لڑانا چاہتا ہے تا کہ اسلام میں ایک ایسا زلزلہ آئے جو اس کی بنیاد تک کو بلادے، لہذا آپ نے اس کی رائے کو ٹھکر کر اسے سختی سے چھڑ کا اور اس موقع پر یہ کلمات ارشاد فرمائے جن میں لوگوں کو فتنہ انگیزیوں اور بیجا سر بلندیوں سے روکا ہے اور اپنا موقف یہ بتایا ہے کہ میرے لئے دو ہی صورتیں میں ہیں: یا تو جنگ کیلئے اٹھ کھڑا ہوں یا اپنے حق سے دستبردار ہو کر ایک گوشہ میں چکے سے پیٹھ جاؤں۔ اگر جنگ کیلئے کھڑا ہوتا ہوں تو کوئی یار و مددگار دکھائی نہیں دیتا کہ ان ابھرنے والے فتنوں کو دباسکوں۔ اب یہی چار ہے کہ خاموشی سے وقت کا انتقال کروں یہاں تک کہ حالات ساز گارہوں۔

اس موقع پر امیر المؤمنین علیہ السلام کی خاموشی، مصلحت بینی و دوراندیشی کی آئینہ دار تھی، یونکہ ان حالات میں اگر مدینہ مرکز جنگ بن جاتا تو اس کی آگ تمام عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ مہاجرین و انصار میں جس رنجش و چیقاش کی ابتداء ہو چکی تھی وہ بڑھ کر اپنی انتہا کو پہنچتی، متناقین کی ریشد و انیاں اپنا کام کرتیں اور اسلام کی کشی ایسے گرداب میں جا پڑتی کہ اس کا سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ اس لئے امیر المؤمنین علیہ السلام نے دکھ سبھ، کڑیاں جیلیں، مگر ہاتھوں و جنہیں نہیں دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبر ﷺ نے مکہ کی زندگی میں ہر طرح کی تکلیفیں اور زحمتیں برداشت کیں، مگر صبر و استقلال کو چھوڑ کر اٹھنے کیلئے تیار نہ ہوئے، چونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر اس وقت جنگ چڑھ گئی تو اسلام کے چلنے پھوٹنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ البتہ جب پشت پر اتنے اعوان و انصار ہوئے کہ جو غفرنگی طغیانیوں کو دبانے اور فتنوں کو کچلنے کی طاقت رکھتے تھے تو شمن کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح امیر المؤمنین علیہ السلام پیغمبر ﷺ کی سیرت کو مشعل راہ بناتے ہوئے تواریکی قوت اور دست و بازو کے زور کا مظاہرہ نہیں کرتے، چونکہ آپ سمجھ رہے تھے کہ دشمن کے مقابلہ میں بے ناصر و مددگار اٹھ کھڑا ہونا کامرانی و کامیابی کے بجائے شورش انگیزی و زیاں کاری کا سبب بن جائے گا۔ اس لئے اس موقع کے لحاظ سے طلب امارت کو ایک گھنڈے پانی اور گلے میں پھنس جانے والے لقمہ سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے چھینا جھٹکی کر کے اس لقمہ کو چھین لیا تھا اور ٹھوٹھاں کرائے تھے مگلی بینا چاہا تھا، ان کے گلے میں بھی یہ لقمہ اٹک کر دھیا کر نہ لگلتے بنتی تھی اور نہ آگلتے بنتی تھی۔ یعنی نہ تو وہ اسے سنبھال سکتے تھے جیسا کہ ان بغشوش سے ظاہر ہے جو اسلامی احکام کے سلسلے میں بھائی جاتی تھیں اور نہ یہ پھندا اپنے گلے سے اتارنے کیلئے تیار ہوتے تھے۔

پھر اسی مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے کہ: اگر میں ان ناساز گارحالات میں خلافت کے ثمر ناریدہ کو توڑنے کی کوشش کرتا تو اس سے باغ بھی اجدتا اور میرے ہاتھ بھی کچھ نہ آتا۔ جیسے ان لوگوں کی حالت ہے کہ غیر کی زمین میں کھیتی تو کریٹھے مگر نہ اس کی حفاظت کر سکے نہ جانوروں سے اسے بچا سکے، نہ وقت پر پانی دے سکے اور نہ اس سے کوئی جنس حاصل کر سکے، بلکہ ان لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کہتا

ہوں کہ اس زمین کو خالی کروتا کہ اس کامال کخود کاشت کرے اور خود نگہداشت کرے تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ کتنے حریص اور لاپچی ہیں اور چپ رہتا ہوں تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ موت سے ڈر کئے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ میں کس موقع پر ڈر اور کب جان بچا کر میدان سے بھاگا، جبکہ ہر چھوٹا بڑا معز کے میری بے جگہی کا شاہد اور میری جرأت و ہمت کا گواہ ہے۔ جو تواروں سے کھیلے اور پہاڑوں سے ٹھرائے وہ موت سے نہیں ڈر کرتا۔ میں تو موت سے اتنا منوس ہوں کہ بچہ ماں کی چھاتی سے اتنا منوس نہیں ہوتا سنو! میرے چپ رہنے کی وجہہ علم ہے جو پیغمبر ﷺ نے میرے سینے میں ودیعت فرمایا ہے۔ اگر بھی سے اسے ظاہر کر دوں تو تم سراسیمہ و مضطرب ہو جاؤ گئے، کچھ دن گزرنے دو تو تم خود میری خاموشی کی وجہ جان لو گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھلو گے کہ اسلام کے نام سے کیسے لوگ اس مند پر آئیں گے اور کیا کیا تباہیاں مچائیں گے۔ میری خاموشی کا یہی سبب ہے کہ یہ ہو کر رہے گا، ورنہ بے وجہ خاموشی نہیں۔

خموشی معنی دارد که در گفتن نمی‌آید

۵ موت کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ مجھے اتنی محظوظ ہے کہ بچے کو اپنی ماں کی آنکھوں میں اپنے سرچشمہ غذا کی طرف ہمک کر بڑھنا اتنا محظوظ نہیں ہوتا، یعنیکہ ماں کی بچتی سے بچے کا اس ایک طبعی تقاضے کے زیر اثر ہوتا ہے اور طبعی تقاضے سن کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ زمانہ رضاعت کا محدود عرصہ گزارنے کے بعد جب اس کی طبیعت پلتا کھاتی ہے تو جس سے Manus رہتا ہے پھر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور نفرت سے مند چھیر لیتا ہے، لیکن لقاۓ پروردگار سے انبیاء و اولیاء علیهم السلام کا انس عقلی و روحانی ہوتا ہے اور عقلی و روحانی تقاضے بدلا نہیں کرتے اور زندان میں ضعف و انحطاط آیا کرتا ہے اور پوچنکہ موت لقاۓ پروردگار کا ذریعہ اور اس منزل کا پہلا زینہ ہے، اس لئے موت سے بھی ان کی شیشی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اس کی سختیاں ان کیلئے راحت کا ساز و سامان اور اس کی تلمذیاں ان کے کام و دہن کیلئے لذت اندوزی کا سر و سامان بن جایا کرتی ہیں اور اس سے ان کا انس ویسا ہی ہوتا ہے جیسا پیاس سے کافنوں سے اور بھکرے ہوئے مسافر کا منزل ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین علیہ السلام جب ابن ملجم کے قاتلانہ حملے سے مجروح ہوئے تو فرمایا کہ:

وَمَا كُنْتُ إِلَّا كَفَارٌ بَرَدَ، وَطَالِبٌ وَجَدَ، وَمَا عِنْدَ اللَّهِ حَيْثُ لِلْأَبْرَارِ ۝

میں موت کا سرچشمہ لگا تارڑہ ہونڈ رہا تھا کہ اس کے گھٹ پر آبیخا اور اسی منزل کی طلب و تلاش میں تھا کہ اسے پالیا اور

نیکو کاروں کیلئے اللہ کے یہاں کی نعمتوں سے بڑھ چڑھ کر کپا ہو سکتا ہے۔

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ:

لَيْسَ لِلْمُؤْمِنِ رَاحَةٌ دُونَ لِقَاءِ اللَّهِ.

لقاءے ربانی کے علاوہ مومن بیکلے کھیں پر راحت کا سرو سامان نہیں ہے۔ ۲



٢٣- نیوجیلبرگ، مکتبہ نمبر

^٢ منها ج. الماء في شرح نجح الملاقي، (خواز)، ج ٨، ٣١٣.